مدینۃ المسیح

قادیان ۱۶ مارچ۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق آج ½۱۱ بجے شب کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ حضور کی طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کو گو ضعف کی شکایت ہے مگر طبیعت پہلے کی نسبت اچھی ہے۔ الحمد للہ۔

آج کے مبارک دن حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خلافت پر پورے پچیس سال ختم ہونے کی خوشی میں (۱) خدام الاحمدیہ محلہ دار الرحمت نے سحری کے وقت جلوس نکالا جس نے اشعار پڑھتے۔ اور حضرت امیر المومنین زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے شہر اور محلہ دار الانوار کا چکر لگایا۔ اور صبح کی نماز مسجد مبارک میں ادا کی (۲) مقامی لجنہ اماء اللہ نے ۱۰ بجے سے ۲ بجے تک خواتین کا جلسہ منعقد کیا جس میں مولوی ظہور حسین صاحب۔ مولوی عبدالرحیم صاحب درد اور مولوی اللہ دتا صاحب کے علاوہ بعض خواتین نے بھی برکاتِ خلافت پر تقریریں کیں۔ (۳) محلہ دار الرحمت کے خدام الاحمدیہ نے شام کو دعوتِ طعام کا انتظام کیا جس میں غرباء کو خصوصیت سے مدعو کیا۔ (۴) بعد نماز عشاء مسجد اقصیٰ میں مردوں کا جلسہ منعقد کیا گیا۔

آج گیارہ بجے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے مولوی [illegible] صاحب جالندھری کے مکان کی بنیاد محلہ دار العلوم میں رکھی [illegible] فرمائی۔ پھر حضور شیخ عبدالغنی صاحب برادر شیخ یوسف علی صاحب کی عیادت کے لئے ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ شیخ صاحب نہایت مخلص احمدی ہیں۔ کچھ عرصہ سے زیادہ بیمار ہیں۔ ان کی صحت کے لئے دعا کی جائے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

آرام طلبی سے نفرت

پیر سراج الحق صاحب مرحوم تحریر فرماتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ابتدائے ایام میں ایک دفعہ مسجد مبارک کی چھت پر ایسی حالت میں سوئے۔ کہ:۔

"آپ نے اپنا کرتہ اتارا۔ اور تہبند باندھا۔ گرمیوں کے دن تھے فرشِ مسجد پر لیٹ گئے۔ اس پر بوریا یا جائے نماز کچھ نہیں تھی۔ اور سیدھے لیٹ گئے۔ ہاتھ پیر پھیلا دیئے۔ اور فرمایا۔ کہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہمیں بغیر چارپائی کے نیند نہیں آتی۔ اور کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ ہمیں تو خوب خدا کے فضل سے زمین پر نیند آتی ہے۔ اور ہاضمہ میں بھی کوئی فتور نہیں ہوتا"

(الحکم جلد ۲۶۔ نمبر ۱۹ و ۲۰)

اہل اللہ آرام نہیں کرتے

فرمایا "مثنوی میں لکھا ہے۔ کہ ایک بیماری ہوتی ہے۔ کہ آدمی ہر وقت یہ چاہتا ہے۔ کہ اس کو کوئی مکیاں مارتا رہے ایسا ہی اہل اللہ کا حال ہوتا ہے۔ کہ وہ آرام نہیں کرتے کبھی خدا ان پر محنت نازل کرتا ہے۔ اور کبھی وہ آپ اپنے پر نازل کر لیتے ہیں" (" " ص۱۸)

برتن دھونا

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ "حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میں نے بیسیوں دفعہ برتن مانجتے۔ اور دھوتے دیکھا ہے" (مطالبات تحریک جدید ص۶)

صفائی کا ہمیشہ خیال رکھو

"تم کوشش کرو۔ کہ تمہارے گھر کا کوئی بھی حصہ ناپاک نہ ہو۔ اور نہ ناپاک پانی اور کیچڑ بدرروؤں میں کھڑا رہے اور نہ کپڑے میلے کچیلے رہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ جو قرآن شریف میں آچکا ہے" (نزول المسیح ص۲۲)

طہارت ظاہری کا فائدہ

"جو لوگ اپنے گھروں کو خوب صاف رکھتے ہیں اور اپنی بدرروؤں کو گندہ نہیں ہونے دیتے۔ اور اپنے کپڑوں کو دھوتے رہتے ہیں۔ اور خلال کرتے اور مسواک کرتے اور بدن پاک رکھتے ہیں۔ اور بدبو اور عفونت سے پرہیز کرتے ہیں۔ وہ اکثر خطرناک وبائی بیماریوں سے بچے رہتے ہیں۔ پس گویا وہ اس طرح پر یحب المتطہرین کے وعدہ سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ لیکن جو لوگ طہارت ظاہری کی پرواہ نہیں رکھتے۔ آخر کبھی نہ کبھی وہ پیچ میں پھنس جاتے ہیں اور خطرناک بیماریاں ان کو آپکڑتی ہیں" (ایام الصلح ص۱۰۱)

بکریاں چرانا

"میں ایک دفعہ باہر کھیتوں میں گیا۔ وہاں ایک شخص بکریاں چرا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ کہ میں ذرا ایک کام جاتا ہوں آپ میری بکریوں کا خیال رکھیں۔ مگر وہ ایسا گیا۔ کہ پس شام کو واپس آیا۔ اور اس کے آنے تک ہمیں اس کی بکریاں چرانی پڑیں" (سیرۃ المہدی حصہ اول ص۸)

[illegible] حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے میاں عبداللہ مالی ساکنہ قادیان کی ایک لڑکی امۃ الرحمٰن کا نکاح عبدالرحیم قادیان کے ساتھ اور دوسری لڑکی حمیدہ کا نکاح محمد شریف کے ساتھ دو دو سو روپیہ مہر پر پڑھا۔ خدا تعالیٰ مبارک کرے

دہ بے دینی ہے۔ پس ہر کام کے وقت اس کی خوبی اور برائی کا موازنہ کرکے دیکھنا چاہیئے۔ مصافحہ کرنے سے اگر فرض کرو کوئی بیمار بھی ہوجائے یا سال میں آٹھ دس آدمی اس طرح مر بھی جائیں۔ تو اس محبت اور پیار کے مقابلہ میں جو اس سے پیدا ہوتا ہے اور ان دوستیوں کے مقابلہ میں جو اس سے قائم ہوتی ہیں۔ اس کی حقیقت ہی کیا ہے۔ اگر محبت کے ذریعہ لاکھوں آدمی بچیں اور آٹھ دس مر بھی جائیں تو کیا ہے۔ دیکھنا تو یہ چاہیئے کہ

نقصان زیادہ ہے یا فائدہ

اور جو چیز زیادہ ہو اس کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ ہر بڑی چیز کے لئے چھوٹی قربانی ہوتی ہے۔ پس ایسی صفائی جس سے تعیش اور وقت کا ضیاع ہو۔ یا جو محبت میں روک ہو۔ اسے مٹانا چاہیئے۔ ہندوؤں میں یہ صفائی ہوتی ہے۔ کہ بیوی ایک پترے کر الگ بیٹھ جاتی ہے اور خاوند الگ اور یہ ہمن ہر ایک کی طرف کتے کی طرح روٹی پھینکتا جاتا ہے۔ مجھے بھی ایک دفعہ ایک ایسی دعوت کھانے کا

اتفاق ہوا۔ جو آریہ پرتی ندھی سبھا کے مرکز میں تھی سب کے آگے علیحدہ علیحدہ پتے اور ان پر کچوریاں وغیرہ رکھ دی گئیں۔ یہاں تو خیر تھی۔ لیکن اس کے بعد کی ذلت کو کوئی مسلمان برداشت نہیں کرسکتا۔ رسوئیا آکر دروازہ میں کھڑا ہو گیا۔ اور پوچھنے لگا کہ کس کو کتنی کچوریاں چاہئیں۔ دو چاہئیں یا ایک یا پونی یا آدھی۔ یا پاؤ۔ اتنی احتیاط تھی کہ جسے پاؤ کی ضرورت ہے اسے آدھی نہ چلی جائے تا باقی پاؤ ضائع نہ ہو۔ اور پھر وہ وہیں سے ہر ایک کے آگے جتنی وہ مانگتا پھینک دیتا تھا۔ اور نشانہ اس کا واقعی قابل تعریف تھا۔ میں نے تو کہہ دیا کہ مجھے تو کوئی ضرورت نہیں۔ تو جس صفائی سے وقت ضائع ہو یا

محبّت میں فرق

آئے یا انسانی تعلقات میں فرق آئے وہ جائز نہیں۔ اور یہ پہلو میں نے اس لئے واضح کر دیا ہے کہ کوئی غلو میں اس طرف نہ نکل جائے۔ اور تیل۔ کنگھی چوٹی اور سرمہ کے استعمال کو ہی صفائی نہ سمجھ لیا جائے۔ یہ صفائی نہیں ہے ٭

اپنے حلقہ میں " الفضل " کے خریدار بنانے کی کوشش کریں۔ اور اس امر کا التزام فرماویں۔ کہ کوئی صاحب استطاعت احمدی ایسا نہ رہے۔ جو " الفضل " کا خریدار نہ ہو ٭

خاکسار مینجر الفضل

خطبہ نمبر کے خریداروں کو اطلاع

خطبہ نمبر کے جن خریداران کا چندہ ۲۰ فروری ۳۹ء سے ۲۰ مارچ ۳۹ء تک کسی تاریخ کو ختم ہے۔ ان کے اسمار گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ براہ مہربانی تمام احباب اپنا اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرماویں۔ جن احباب کی طرف سے یکم اپریل تک قیمت وصول نہ ہوگی۔ ان کی خدمت میں اپریل کے پہلے ہفتہ میں شائع ہونے والا خطبہ نمبر وی پی ارسال کیا جائے گا۔

خاکسار مینجر

۱۰۶- شیر محمد صاحب	۶۵۱- علی محمد صاحب	۶۹۹- ماسٹر محمد ابراہیم صاحب
۱۰۷- مرزا بہادر خانصاحب	۶۵۴- محمد عرفان صاحب	۷۰۵- غلام احمد خانصاحب
۴۴۳- چوہدری بشیر احمد صاحب	۶۵۷- مبشر احمد صاحب	۷۰۶- خان بہادر شیخ منہاج دین صاحب
۵۴۰- قمر دین صاحب	۶۶۱- نور محمد صاحب	۷۶۷- ایم-آئی-قریشی صاحب
۵۵۴- غلام علی صاحب	۶۷۰- سید محمود احمد شاہ صاحب	۷۲۹- نور محمد صاحب
۵۶۱- ابو القاسم صاحب	۶۸۲- محمد عثمان صاحب	۷۴۶- عطاء الرحمن صاحب
۵۶۷- چوہدری عبدالستار صاحب	۶۸۶- ایم محمد صاحب اکونٹنٹ	۷۴۹- میر احمد صاحب
۶۴۸- مسلم ریڈنگ روم	۶۸۸- چوہدری اکبر علی صاحب	

اجتماعی کام

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ فروری ۱۹۳۹ء میں مجلس خدام الاحمدیہ کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ مہینہ یا دو مہینہ میں ایک دن ایسا مقرر کیا جائے۔ جس میں آٹھ دس سال کے بچوں سے لے کر ان بوڑھوں تک جو کام کاج کر سکتے ہوں سارا دن اجتماعی طور پر کام کریں۔ حضور کے اس ارشاد کی تعمیل میں مجلس مرکزیہ خدام الاحمدیہ نے ۳۰ مارچ ۳۹ء کا دن مقرر کیا ہے۔ جس دن صبح سے شام تک دار الرحمت اور دار العلوم کی درمیانی سڑک پر کام ہوگا۔ جملہ احباب قادیان کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ ابھی سے تیار رہیں۔ کام کرنے کے متعلق انشاء اللہ مفصل پروگرام عنقریب شائع کر دیا جائے گا۔

عزیز اللہ باجوہ قائمقام مہتمم شعبہ وقار عمل

کیا احباب اپنا فرض ادا کر رہے ہیں؟

گذشتہ جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے جہاں " الفضل " کے متعلق بعض نہایت اہم اور قیمتی ہدایات فرمائی تھیں وہاں احباب کرام کو بھی اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ وہ اس کے خریدار بنیں۔ اور اس کی توسیع اشاعت کے لئے کوشش کریں۔ ادارہ " الفضل " حضور کی ان ہدایات پر عمل کرنے میں کوشاں ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ قارئین کرام اپنے اس فرض کی ادائیگی کی طرف جو ان کے ذمہ ہے پوری طرح متوجہ نہیں۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ احباب کی کوشش سے " الفضل " کے کم سے کم ایک ہزار نئے خریدار نہ بنجاتے ہم احباب کو ان کے اس فرض کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ان سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ ضرور

ہندوستان اور ممالکِ غیر کی خبریں!

دہلی ۱۴ مارچ اخبار الامان و وحدت کے ایڈیٹر و مالک مولانا مظہر الدین صاحب آج اپنے دفتر میں بیٹھے کام کر رہے تھے۔ کہ دو آدمی ان سے ملنے آئے ایک پاس کھڑا ہو کر باتیں کر رہا تھا۔ کہ دوسرے نے پیچھے سے گردن میں چھرا گھونپ دیا۔ حملہ آور دفتر کے دوسرے آدمیوں کے پہنچنے سے قبل بھاگ گئے۔ زخموں کی وجہ سے آپ جانبر نہ ہو سکے آپ کی عمر ۵۲ سال کی تھی۔ جمعیۃ العلماء کانپور کے سکرٹری اور فلسطین کانفرنس منعقدہ قاہرہ میں مسلم لیگ کی طرف سے بطور ڈیلیگیٹ شریک ہوئے تھے۔ حملہ آور تا حال گرفتار نہیں ہوئے۔ سٹاف کے آدمیوں کا بیان ہے کہ وہ مسلمان تھے۔ تاہم پولیس نے دو نامعلوم اشخاص کو شبہ میں زیر حراست کر لیا ہے۔

حیدر آباد ۱۴ مارچ آج یہاں بم پھٹنے کی پانچویں واردات ہوئی جس سے پانچ آدمی زخمی ہوئے۔ جن میں تین عورتیں بھی شامل ہیں

جبل پور ۱۴ مارچ۔ ایک قریبی گاؤں میں ہندو مسلم فساد ہو گیا جس کے نتیجہ میں ایک شخص ہلاک اور پانچ مجروح ہوئے۔ شہر میں کرفیو آرڈر نافذ کر دیا گیا ہے۔

لکھنؤ ۱۴ مارچ وزیر اعظم یو۔ پی نے اسمبلی کی مسلم لیگ پارٹی کے ممبروں سے ملکر درخواست کی ہے۔ کہ تحریک مدح صحابہ کا کوئی تسلی بخش حل تجویز کریں۔ ممبروں نے تعاون کا وعدہ کیا ہے۔

پشاور ۱۴ مارچ۔ ڈیرہ اسمٰعیل خان کے قریب ایک گاؤں پر قبائلی ڈاکوؤں نے حملہ کر کے اسے لوٹ لیا۔ پولیس ان کے تعاقب میں روانہ کی گئی ہے۔ مگر ابھی تک کسی کو گرفتار نہیں کر سکی۔

حیفہ ۱۴ مارچ۔ یردن کی وادی میں عربوں کی برطانوی فوج سے شدید جنگ ہوئی۔ جس میں چالیس عرب ہلاک اور مجروح ہوئے۔ پندرہ ہوائی جہاز بھی اس جنگ میں شامل تھے۔

کلکتہ ۱۴ مارچ مسٹر بوس تری پوری سے کلکتہ جاتے ہوئے دھنباد سٹیشن پر اتر گئے۔ آپ دو ہفتہ یہاں ٹھیریں گے۔ درجہ حرارت ۱۰۲ ہے نیز ابھی تک پھیپھڑوں پر

نمونیہ کا بھی اثر ہے۔

لاہور ۱۴ مارچ بادشاہی مسجد کی مرمت کے لئے سر آغا خان نے دس ہزار روپیہ چندہ دیا ہے۔

لاہور ۱۴ مارچ محکمہ اطلاعات کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے۔ کہ پنجاب سول سکرٹریٹ میں جونیر کلرک بھرتی کرنے کے لئے ۲۷ مارچ کو یونیورسٹی ہال میں ایک امتحان مقابلہ ہوگا

دہلی ۱۴ مارچ محرم کے دنوں میں علی گڑھ میں تعزیوں پر بعض پابندیاں عائد کی گئی تھیں۔ مسلم لیگ نے اس کے خلاف حکام بالا کو تار ارسال کئے تھے۔ جو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم سے محکمہ ٹیلیگراف نے روک لئے۔ آج مرکزی اسمبلی میں اس بارہ میں مسلم لیگ پارٹی نے ایک تحریک تخفیف پیش کی جو اس کے مقابلہ میں ۵۳ ووٹوں کی زیادتی سے پاس ہو گئی۔

بغداد ۱۴ مارچ شاہ عراق نے فوج کے نام ایک فرمان جاری کیا ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ سیاسیات میں فوج کی مداخلت برداشت نہیں کی جا سکتی اور سازشیں کرنے والوں کو متنبہ کیا گیا ہے۔ کہ اس سے باز رہیں۔

بمبئی ۱۴ مارچ مسٹر بوس نے مسٹر پٹیل سابق صدر اسمبلی آنجہانی کے ورثاء کے خلاف ایک دعویٰ دائر کر رکھا تھا۔ کہ ان کے ترکہ سے دو لاکھ روپیہ غیر ممالک میں ہندوستان کا پروپیگنڈا کرنے کے لئے انہیں ملنا چاہئے جیسا کہ آنجہانی نے اپنی وصیت میں لکھا تھا۔ آج عدالت نے یہ دعویٰ خارج کر دیا اور لکھا ہے۔ کہ زیر بحث وصیت قانونی طور پر جائز نہیں۔

تری پوری ۱۴ مارچ کانگرس کے موقعہ پر استقبالیہ کمیٹی کی ممبری سے ایک لاکھ۔ سٹالوں سے بیس ہزار اور وزیٹر ٹکٹوں سے ساٹھ ہزار کی آمدنی ہوئی۔ کل آمد دو لاکھ بیس ہزار کے قریب ہوئی۔ اور قریباً اتنا ہی خرچ ہو گیا۔

امرتسر ۱۴ مارچ بعض اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی۔ کہ گاندھی جی نے

آریہ سماجی ستیہ آگرہ کی تحریک کو حیدر آباد میں بند کر دینے کا مشورہ دیا ہے لیکن معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ خبر غلط ہے۔

کلکتہ ۱۴ مارچ بنگال کونسل (اپر ہاؤس) میں حکومت کی طرف سے ایک بل پیش تھا۔ کہ پولیس کمشنر کو اختیار دیا جائے کہ وہ پولیس کنسٹیبلوں اور مخبروں کو کسی پرائیویٹ یا پبلک عمارت میں جہاں کبھی کوئی جلسہ ہو رہا ہو۔ بھیج سکتا ہے۔ اس میں ایک کانگرسی ممبر نے ترمیم پیش کی۔ کہ صرف پبلک مقامات کے لئے ایسے اختیارات دئے جائیں۔ اس ترمیم پر ڈویژن کا مطالبہ ہوا۔ دونو طرف ۱۸۔ ۱۸ ووٹ تھے۔ مگر پریذیڈنٹ نے اپنا ووٹ ترمیم کے حق میں دیا۔ اور اس طرح صوبجاتی خود مختاری کے نفاذ کے بعد پہلی مرتبہ بنگال گورنمنٹ کو شکست ہوئی۔

ٹوکیو ۱۴ مارچ جاپان گورنمنٹ کی طرف سے پارلیمنٹ میں اعلان کیا گیا ہے۔ کہ ۱۹۴۲ء تک ۱½ ملین ٹن تجارتی جہاز بنائے جائیں گے اور سالانہ ۷۵ ہزار ٹن تیار کئے جائیں گے۔

امرتسر ۱۴ مارچ ایک مسلمان نے اپنے بیمار بیل کے علاج کے لئے گھر میں آگ جلائی۔ اس پر ہندوؤں نے خیال کیا۔ کہ شاید گائے ذبح کی جا رہی ہے۔ اور اس لئے وہ کثیر تعداد میں جمع ہو گئے۔ ایک شرابی شور مچاتا ہوا بھاگا۔ کہ فساد ہو گیا فساد ہو گیا دوکانیں بند ہونی شروع ہو گئیں۔ فوراً شہر میں پولیس اور ملٹری کا پہرہ لگا دیا گیا۔ اور کوئی ناخوشگوار واقعہ نہیں ہوا۔ پولس نے گھر میں آگ جلانے والے مسلمان کو گرفتار کر لیا ہے۔

الہ آباد ۱۴ مارچ مولانا ابو الکلام آزاد کا دہلی جاتے ہوئے پلیٹ فارم پر ایک چھلکے پر سے پاؤں پھسل گیا۔ اور وہ گر گئے جس سے پاؤں میں شدید چوٹ آئی۔ انہیں سٹریچر پر ڈال کر اسٹیشن سے باہر پہنچایا گیا۔

کراچی ۱۴ مارچ کارپوریشن کی طرف سے مولوی عبید اللہ صاحب سندھی کو ایڈریس پیش کیا گیا۔ مولوی صاحب نے جوابی تقریر میں کہا۔ کہ میں اپنے ہندو مسلم دوستوں کو جمع کر کے ہندو مسلم اتحاد کے لئے زبردست پارٹی بناؤنگا

لاہور ۱۴ مارچ حکومت پنجاب نے جملہ محکمہ جات کے افسران اعلیٰ کو ایک سرکلر بھیجا ہے۔ جس میں اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ تمام سرکاری ملازموں کو ممبران اسمبلی کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا چاہئے اور ان کو شکایت کا کوئی موقعہ نہیں دینا چاہئے۔ بلکہ اگر ضرورت ہو۔ تو ان کا تعاون حاصل کرنا چاہئے۔

دہلی ۱۴ مارچ ایوان والیان ریاست کے لابی حلقوں میں یہ خبر گرم ہے۔ کہ بعض ان میں سے مسلم لیگ کے ساتھ ملکر فیڈریشن کے نفاذ کی مخالفت کرنے کے مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کر رہے ہیں۔

دہلی۔ ۱۴ مارچ۔ یہاں کے تین شاہی قیدیوں نے عرصہ سے بھوک ہڑتال کر رکھی ہے۔ گاندھی جی کے ایک تار کی بنا پر ایک ممبر اسمبلی نے ان سے ملاقات کر کے بھوک ہڑتال ترک کر دینے کا پیغام پہنچایا۔ مگر انہوں نے گاندھی جی سے ملے بغیر ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ گاندھی جی اب ان سے ملاقات کریں گے۔

ڈیرہ اسمٰعیل خان ۱۴ مارچ یہاں کے ہندوؤں اور سکھوں نے ایک جلسہ کر کے حکومت سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ وہ مستعفی ہو جائے کیونکہ اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت میں وہ ناکام رہی ہے۔

نارتھ ویسٹرن ریلوے

(۱) نارتھ ویسٹرن ریلوے اور ای۔ آئی ریلوے ر گروپ ۱۹۳۹ء کے لئے بعض سلیپر ڈپوؤں اور ریلوے سٹیشنوں پر لکڑی کے سلیپروں اور ٹمبر کے لادنے اور اتارنے وغیرہ کے لئے سربمہر ٹنڈر مطلوب ہے (۲) شرائط معاہدہ مندرجہ ذیل پتہ سے بعوض صرف پانچ روپیہ فی سیٹ حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہ فیس واپس نہیں کی جائے گی (۳) ٹنڈر ۴ اپریل ۱۹۳۹ء کو پانچ بجے شام وصول کئے جائیں گے۔ اور ۵ اپریل ۱۹۳۹ء کو ۱۱ بجے کھولے جائیں گے (۴) نارورن گروپ سلیپر پول اس بات کا پابند نہیں کہ وہ سب سے کم شرح کے ٹنڈر یا کوئی ٹنڈر منظور کرے۔

سلیپر کنٹرول آفیسر نارورن گروپ سلیپر پول نارتھ ویسٹرن ریلوے ہیڈ کوارٹرز آفس لاہور۔

ایک نہایت محفوظ اور نفع مند کاروبار

دوست عموماً دریافت کرتے رہتے ہیں کہ انہیں کوئی ایسا کاروبار بتایا جاوے جو ایک طرف تو بہت محفوظ ہو۔ اور اس میں خطرے کا احتمال بہت کم ہو۔ اور دوسری طرف اس میں نفع کی بھی کافی توقع ہو یہ ہر دو فائدے عموماً ایک جگہ جمع نہیں ہوا کرتے یعنی بعض تجارتیں نفع مند بہت ہوتی ہیں۔ مگر ان میں خطرے کا پہلو کافی غالب ہوتا ہے اور بعض میں خطرے کا پہلو تو کم ہوتا ہے۔ مگر ساتھ ہی نفع کی توقع بھی زیادہ نہیں ہوتی اور ایک حد تک اصولاً یہ درست بھی ہے۔ کہ جہاں کاروبار محفوظ ہو۔ وہاں کسی قدر نفع کی شرح گر جاتی ہے۔ لیکن حال ہی میں خدا کے فضل کے ماتحت سندھ میں ایک جننگ فیکٹری جاری کی گئی ہے۔ جس میں کپاس کے بنولوں کو جدا کرنے کا کام ہوتا ہے۔ اس کارخانہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ اور صدر انجمن احمدیہ کا بھی حصہ ہے۔ سندھ کا علاقہ چونکہ کپاس کے لئے خاص شہرت رکھتا ہے۔ اور اس میں اعلےٰ قسم کی کپاس کثرت کے ساتھ پیدا ہوتی ہے۔ اور خدا کے فضل سے اس علاقے میں سلسلہ نے نہایت وسیع پیمانہ پر اراضیات بھی حاصل کی ہیں۔ اس لئے یہ کارخانہ نہایت محفوظ حالت میں ہے۔ کیونکہ اپنی اسٹیٹوں کی پیداکردہ کپاس ہی اس کے لئے بڑی حد تک کافی ہو جاتی ہے۔ یہ کارخانہ ایک لاکھ سے زائد روپیہ میں اعلیٰ درجہ کی مشینری سے قائم کیا گیا ہے۔ اور حال ہی میں جاری ہوا ہے۔ اور ریلوے اسٹیشن کے بالکل ساتھ ہے۔ اور امید کی جاتی ہے۔ کہ انشاء اللہ اس میں نو فی صدی سے لے کر بارہ فی صدی تک نفع ہوگا۔ جو آجکل کے حالات کے ماتحت نہایت معقول نفع ہے۔ پس جو احباب محفوظ اور نفع مند کاروبار میں اپنا روپیہ لگانا چاہیں۔ ان کیلئے یہ ایک نہایت نادر موقع ہے۔ کہ اس جننگ فیکٹری کے حصص خریدیں۔ فی حصہ دس روپے قیمت مقرر ہے۔ لیکن عام حالات میں ایک وقت پر ایک سو حصوں سے کم حصہ فروخت نہیں کیا جاتا۔ البتہ خاص حالات میں پچاس حصے تک بھی فروخت ہو سکتے ہیں۔ جو دوست اس کاروبار میں شریک ہونا چاہیں۔ وہ بہت جلد خاکسار کے ساتھ خط و کتابت کریں۔

فرزند علی عفی عنہ سیکرٹری احمد آباد سنڈیکیٹ قادیان

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی
بعدالت جناب سب جج صاحب بہادر درجہ دوئم زیرہ

مقدمہ ۹۸ ۱۹۳۸ء

شانتی داس پسر جو شیرام ذات سامرن ساکن زیرہ فریق اول بنام علی محمد ولد قطب الدین ذات ارائیں ساکن بوئی والا تحصیل زیرہ حال آباد چک بھیسرہ حمائتی مائز ڈاکخانہ خاص ریاست بہاولپور فریق ثانی

درخواست ادخال فیصلہ ثالثی

مقدمہ مندرجہ بالا میں درخواست بیان حلفی فریق اول سے پایا جاتا ہے کہ فریق ثانی یعنی مدعا علیہ دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے۔ اس لئے معمولی طریقہ سے تعمیل سمن ہونی مشکل ہے۔ اس لئے اس کے برخلاف اشتہار ہذا جاری کیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ مذکور بتاریخ ۲۷ ۳ ۳۹ کو بوقت دس بجے دن کے حاضر عدالت ہذا ہو کر جوابدہی نہ کرے گا۔ تو اس کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جائے گی۔ آج بتاریخ ۹ مارچ ۱۹۳۹ء بثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا (دستخط جناب سب جج صاحب بہادر درجہ دوئم زیرہ

(مہر عدالت)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

فارم ۱

قاعدہ ۱۰ منجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے۔ کہ مسمٰی دولت رام ولد چوہدری رام ذات ککڑ سکنہ قامنیاں۔ تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ نے زیر دفعہ ۹ ایکٹ مذکور ایک درخواست دے دی ہے۔ اور یہ کہ بورڈ نے بمقام چنیوٹ درخواست کی سماعت کے لئے مورخہ ۹ ۳ ۳۹ مقرر کیا ہے۔ لہٰذا جملہ مذکوریہ مقروض کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں۔ مورخہ ۲ ۳ ۳۹

(دستخط) خانصاحب میاں نورالدین صاحب چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ چنیوٹ ضلع جھنگ۔

(بورڈ کی مہر)

جماعت احمدیہ قادیان کا یوم التبلیغ

حسب معمول امسال غیر مسلم اصحاب میں تبلیغ اسلام کے لئے ۱۲ مارچ کا دن مقرر تھا جسے کامیاب اور موثر بنانے کے لئے جناب چودہری فتح محمد صاحب سیال ایم۔اے ناظر اعلیٰ نے ۱۱ مارچ کو محلہ جات کے پریذیڈنٹوں اور سیکرٹریوں کو نہائت مفید نصائح فرمائیں۔ تمام محلہ جات کے ذمہ ان کے افراد کی تعداد کی نسبت سے اردگرد کے دیہات تبلیغ کے لئے تقسیم کر دیئے گئے۔ اور نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے اردو گورمکھی ہندی اور انگریزی لٹریچر سیکرٹریان محلہ جات کو بھجوا دیا گیا۔ تاکہ اسے مبلغین موقعہ و محل کے مناسب حال تقسیم کر سکیں مرکزی دفاتر اور سکولوں میں تعطیل کی گئی۔ تاجروں اور پیشہ وروں نے صبح و شام تک اپنا کاروبار بند رکھا۔ اور اس طرح تبلیغ اسلام کے لئے وقت نکالا۔ چنانچہ قادیان کے اردگرد ۱۲ میل کے حلقہ میں تبلیغ کی گئی۔ ٹریکٹ تقسیم کئے گئے۔ اور ناخواندہ اصحاب کو پڑھ کر سنائے گئے۔ بعض اصحاب دور کے دیہات میں بذریعہ ریل اور سائیکلوں کے بھی گئے۔ تقریباً ہر جگہ لوگوں نے مبلغین کی باتوں کو توجہ سے سنا۔ اور مبلغین کی خوش کلامی بردباری اور تحمل کی وجہ سے کسی قسم کا کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما نہیں ہوا۔ الحمد للہ۔ بعض جگہ کے لوگوں نے قادیان میں آنے اور خود یہاں کے حالات کے مشاہدہ کرنے کا وعدہ کیا۔

خلافت ثانیہ پر پچیس سال گزرنے کی خوشی میں جلسہ

بزرگان جماعت احمدیہ کی تقریریں

قادیان ۱۵ مارچ۔ آج بعد نماز عشاء مسجد اقصےٰ میں بصدارت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ مجلس انصار خلافت کے زیر اہتمام جلسہ منعقد ہوا۔ تلاوت اور نظم کے بعد (۱) مولوی اللہ دتا صاحب جالندہری نے جلسہ کی غرض و غائت بیان کرتے ہوئے بتایا۔ کہ آج کا جلسہ خدا تعالےٰ کے اس کلام کے پورا ہونے پر بطور اظہار مسرت و تشکر ہے۔ جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے متعلق نازل کیا گیا۔ اس پچیس سال عرصہ کی برکات تو اسقدر ہیں کہ انکا ذکر کسی ایک جلسہ میں ممکن ہی نہیں۔ مگر ان سب کا نچوڑ یہ ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور جسے خدا خلیفہ بناتا ہے اسے کوئی معزول نہیں کر سکتا۔

(۲) جناب چودہری فتح محمد صاحب سیال ایم۔اے نے جماعت احمدیہ کے اعلیٰ انتظام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا خدا تعالےٰ نے ہمیں وہ خلیفہ عطا کیا جو سب سے اعلم اور اتقیٰ ہے۔ اور جس میں نظام قائم کرنے کی قوت بے مثال ہے۔ اس کے لئے ہمیں خدا تعالےٰ کا بار بار شکر ادا کرنا چاہیئے اور نظام جماعت کو مضبوط کرنا چاہیئے

(۳) حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے اپنی تقریر میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے وقت اور آپ کے ذریعہ ہونیوالی حیرت انگیز روحانی۔ جسمانی۔ مالی علمی ترقیات کا ذکر کیا۔

(۴) شیخ عبد القادر صاحب مبلغ نے جماعت احمدیہ میں قربانی اور ایثار کی روح کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے طفیل جماعت جو قربانیاں کر رہی ہے۔ انکا دشمن بھی اقرار کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں

(۵) حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے فرمایا وصایا کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جو طریق تھا۔ خدا کے اس موعود خلیفہ نے اسکو رائج کیا۔ جماعت کو تاکید کی کہ موصی اس آمد کی وصیت کیا کریں جس پر ان کا گزارہ ہو نہ کہ صرف جائداد کی۔ چنانچہ یہ طریق ۱۹۲۲ء میں رائج ہوا۔ اس وقت کی آمد ۳۰۰۰ روپیہ سالانہ تھی۔ مگر اب حضور کی اس تجویز کے بعد ۱۹۳۷ء میں ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ آمد ہوئی

(۶) جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے تقریر کرتے ہوئے بتایا۔ کہ میں خلافت ثانیہ کے قیام کے وقت ہندوستان سے باہر تھا۔ مگر رؤیا کے ذریعہ خدا نے مجھ پر صداقت ظاہر فرمائی۔ اور مجھ سے بیعت کرائی اور اس رؤیا میں مجھے بتایا گیا۔ کہ اسلام کے عظیم الشان تغیر کی بنیاد آپ کے ذریعہ ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہو رہا ہے۔

راز و نیاز

مجھے دوری سے حضوری میں بلا لو آقا — اب کہاں جاؤں گا قدموں میں بٹھا لو آقا
سخت شرمندہ ہوں عاری ز لباسِ تقویٰ — یعنی ننگا ہوں سو دامن میں چھپا لو آقا
پاک کر لیجئے گا نفسِ مسیحائی سے — معصیت کوش کو سینے سے لگا لو آقا
خوابِ غفلت میں جو مدہوش مجھے دیکھا ہو — ایک ٹھوکر کے اشارے سے جگا لو آقا
آستانے پہ پڑا منتظرِ فرماں ہوں — جب بھی جی چاہے مجھے پاس بلا لو آقا
ناخدا آپ ہی ہیں کشتیٔ ملت کے لئے — غرقِ بحرِ معاصی کو بچا لو آقا
پاؤں کمزور ہیں لغزش کا ہے خطرہ ہر وقت — اپنے گرتے ہوئے خادم کو سنبھالو آقا
پالیا پالیا آپ نے رازِ قدرت — اپنا ہمراز مجھے بھی تو بنا لو آقا
قُم باذنی کی صدا سن کے چلے آئے ہیں — اپنے انفاسِ مقدس سے جِلا لو آقا
نظرِ لطف کی ہے نیم نگاہی کافی — اور بھٹکی ہوئی روحوں کو بچا لو آقا
آپ کو دولتِ عرفاں کے ہے ارزانی — مجھ سے نادار کو کچھ دے کے دعا لو آقا
خلعتِ عدل و حکومت ہے خدا کی بخشش — اسکو خوشبوئے تلطف میں بسا لو آقا
فرشِ رہ ہونے کو تیار ہیں صدہا آنکھیں — اپنے پاؤں کے تلے ان کو بچھا لو آقا
میں گر آدابِ رفاقت سے نہیں ہوں آگاہ — مہربانی سے وقوف ان کا سکھا لو آقا
عرض کرنا ہے مجھے رازِ دلی خلوت میں — بابِ عالی سے یہ دربان ہٹا لو آقا
دور ہے دورِ فتن آپ کو قدرت حاصل — علم و حکمت سے انہیں خوب دبا لو آقا
لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش — ناسزاؤں کو سبق اس کا پڑھا لو آقا

ایک گردابِ تفکر میں پڑا رہتا ہوں
عاجزِ اکمل کو کسی طرح نکالو آقا

غلام محمد لاہوری کی فتنہ انگیزی کیخلاف جماعت احمدیہ گوجرانوالہ کی قرارداد

انجمن احمدیہ گوجرانوالہ کے جنرل اجلاس منعقدہ ۱۲ مارچ ۱۹۳۹ء میں مندرجہ ذیل قرارداد باتفاق رائے پاس کی گئی۔

یہ اجلاس مسمی غلام محمد مقیم پیغام بلڈنگس لاہور کے ٹریکٹ "بیعت رضوان کی حقیقت" کے خلاف اس لئے سخت غصہ اور نفرت کا اظہار کرتا ہے کہ اس میں حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی نسبت نہائت ناپاک الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

خاکسار عبد الرحمٰن سکرٹری دعوۃ و تبلیغ گوجرانوالہ

(۷) حضرت مولانا شیر علی صاحب نے اپنا لکھا ہوا مضمون حضرت امیر المومنین کی مطہر زندگی کے متعلق پڑھا۔ اور چشم دید واقعات بیان فرمائے۔

(۸) حضرت میر محمد اسحٰق صاحب نے صیغہ ضیافت کے لحاظ سے تقریر کرتے ہوئے فرمایا قرآنی بطنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام یاتون من کل فج عمیق کے رو سے جو تیاری رکھی۔ اسکی تکمیل حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے عہد میں کی چنانچہ حضور کی خلافت کے پہلے سال کے سالانہ جلسہ پر جہاں صرف آٹھ تنور روٹی پکانے کے لئے کافی ہوئے وہاں ۱۹۳۸ء میں ۹۰ تنور لگائے گئے۔ اور تین جگہ کام تقسیم کیا گیا مگر ہر جگہ سے یہ اطلاعات آتی تھیں کہ روٹی کی قلت ہے۔

(۹) خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب ناظر بیت المال نے بیت المال کے ۱۹۱۴ء کے اعداد و شمار کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس وقت روپیہ کی آمد کس قدر تھی اور ۱۹۳۸ء میں کس قدر ہوئی۔ اور جماعتوں کی تعداد کے لحاظ سے جماعت کی ترقی بیان کی۔ (۱۰) خلیل احمد صاحب ناصر بی۔اے نے تحریک جدید اور خلافت ثانیہ کے موضوع پر تقریر کی اور بتایا کہ کس طرح حضور کے زمانہ میں جماعت کے خورد و کلاں اور ہر طبقہ کے لوگ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الفضل

قادیان دارالامان مورخہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۵۸ سنہ ہجری

خطبہ جمعہ

مجلس خدام الاحمدیہ کے فرائض میں سے ایک اہم فرض

جماعت کے افراد میں ہاتھ سے کام کرنے کی عادت پیدا کی جائے

کسی جائز کام کے ذلیل ہونے کا احساس مٹا دیا جائے

از حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۴ فروری سنہ ۱۹۳۹ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا خدام الاحمدیہ کے مقاصد میں سے چار کے متعلق میں اس وقت تک توجہ دلا چکا ہوں۔ اور آج پانچویں امر کے متعلق توجہ دلاتا ہوں۔ اور وہ

ہاتھ سے کام کرنے کی عادت

ہے۔ یہ معاملہ بظاہر چھوٹا سا نظر آتا ہے۔ لیکن دراصل یہ اپنے اندر اتنے فوائد اور اتنی اہمیت رکھتا ہے۔ کہ اس کا اندازہ الفاظ میں نہیں کیا جا سکتا۔ دراصل دنیا کی اقتصادی حالت اور اخلاقی حالت۔ اور اس کے نتیجہ میں مذہبی حالت جو ہے۔ اس پر علاوہ دینی مسائل کے جو چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں۔ ان میں سے یہ مسئلہ بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔

اقتصادی اور اخلاقی حالت کی تباہی

بہت کچھ مبنی ہے ان دو باتوں پر۔ کہ دنیا میں بعض لوگ کام کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان کو کام ملتا نہیں۔ اور بعض ایسے لوگ ہیں کہ انہیں کام کرنے کے مواقع میسر ہیں۔ مگر وہ کام کرتے نہیں۔ یہ تمام آج کل کی لڑائیاں۔ یہ بالشوازم۔ یہ فیسی ازم کی تحریکیں۔ سوشلزم اور کیپیٹلزم کے دنیا پر حملے یہ سب درحقیقت اسی چھوٹے سے نقطہ کے اردگرد گھوم رہے ہیں۔ لاکھوں کروڑوں انسان ہیں۔ جو چاہتے ہیں۔ کہ کام کریں۔ مگر انہیں کام میسر نہیں آتا۔ اور

لاکھوں کروڑوں انسان

ایسے ہیں۔ جو کام کر سکتے ہیں۔ مگر کرتے نہیں۔ جو لوگ کام کرنا چاہتے ہیں۔ مگر انہیں ملتا نہیں۔ اس کی بنیاد بھی درحقیقت اسی مسئلہ پر ہے۔ کہ کچھ لوگ دنیا میں ایسے ہیں۔ کہ جو کام کر سکتے ہیں۔ انہیں مواقع میسر ہیں۔ مگر وہ کرتے نہیں۔ یہ لوگ آگے پھر

دو گروہوں میں تقسیم شدہ

ہیں۔ ایک وہ جن کے پاس اتنی دولت ہے۔ کہ وہ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ باقی دنیا کو ہماری خدمت کرنی چاہیئے۔ اور ہم گویا ایک ایسا وجود ہیں۔ جو دنیا سے خدمت لینے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ یہ گروہ فطرتی طور پر اس ہتھیار کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جو اسے لوگوں سے زیادہ سے زیادہ

خدمت لینے کے قابل

کر دے۔ اور وہ دولت ہے۔ جب انسان یہ سمجھے۔ کہ اس کی عزت۔ اور امن و راحت کا انحصار دولت پر ہے۔ تو وہ لازمی طور پر اپنی دولت کو بڑھانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ ایک

طبعی چیز

ہے۔ ہم اس اصول کو غلط کہہ سکتے ہیں۔ کہ دنیا میں دولت سے عزت اور راحت حاصل ہوتی ہے۔ مگر یہ ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ جو شخص یہ سمجھتا ہے۔ وہ اسے بڑھانے میں غلطی کرتا ہے۔ وہ اپنے نقطہ نگاہ سے بالکل صحیح کرتا ہے۔ مومن یہ سمجھتا ہے۔ کہ اس کی ساری عزت خدا تعالےٰ کے ساتھ تعلق میں ہے۔ اور کیا ہم اسے روکیں گے۔ کہ یہ تعلق نہ بڑھا۔ یا اگر وہ یہ کوشش کرے۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ غیر طبعی فعل کرتا ہے۔ جب اس کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ

تمام عزتیں اور راحتیں

خدا تعالےٰ سے تعلق کے ساتھ وابستہ ہیں۔ تو وہ قدرتی طور پر کوشش کریگا۔ کہ اس تعلق کو بڑھائے۔ اسی طرح جو شخص یہ سمجھتا ہے۔ کہ اس کی ساری عزت اور راحت و امن دولت میں ہے۔ تو ضرور ہے۔ کہ وہ دولت کو بڑھانے کی کوشش کرے گا۔ اور اس کی اس کوشش پر ہم کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔

کیونکہ یہ طبعی تقاضا ہے۔ ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس کا یہ خیال غلط ہے۔ کہ ساری عزت اور راحت دولت سے وابستہ ہے۔ لیکن یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ یہ عقیدہ رکھتے ہوئے دولت میں اضافہ کی کوشش کرنا

غیر طبعی فعل

ہے۔ جس طرح ہم اس شخص کو جو یہ عقیدہ رکھتا ہے۔ کہ عزت اور راحت تعلق باللہ میں ہے۔ اس سے باز نہیں رکھ سکتے۔ کہ وہ خدا تعالےٰ سے تعلق بڑھائے۔ دنیا میں ہزاروں لاکھوں انبیاء آئے ہیں۔ جن کی زندگی کا دارومدار اور انحصار ہی تعلق باللہ پر ہوتا ہے۔ اور پھر ان کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کا اسی تعلیم پر یقین ہوتا ہے۔ لوگوں نے کس طرح کوششیں کیں کہ ان کو اس راستہ سے ہٹا دیں مگر کیا انہوں نے اس کو چھوڑا۔ ان کو طرح طرح کے عذاب دیئے گئے دکھ پہونچائے گئے۔ مگر انہوں نے اپنا راستہ نہ چھوڑا۔ کیونکہ ان کا یہی عقیدہ تھا۔ کہ تمام عزت اور راحت اسی سے ہے۔ اس طرح جس شخص کو یہ یقین ہو۔ کہ اس کی ساری عزت و راحت دولت جمع کرنے میں ہے۔ خواہ کتنی کوشش کی جائے۔ وہ دولت جمع کرنا کبھی نہیں چھوڑے گا۔

دوسری طرف جب ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں۔ تو اس میں دولت کمانے سے منع نہیں کیا گیا۔ قرآن کریم میں مومن اور خالص مومنوں کے لئے بعض احکام ہیں۔ اور ان میں

ڈھیروں ڈھیر مال

کا ذکر ہے۔ چنانچہ حکم ہے۔ کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو ڈھیروں ڈھیر مال بھی دیا ہو۔ تب بھی یہ جائز نہیں کہ طلاق دیتے وقت اسے واپس لے۔ اور ظاہر ہے کہ ڈھیروں ڈھیر مال کسی کے پاس ہوگا تو دے گا نہیں تو کہاں سے دیگا۔ کنگال آدمی ڈھیروں ڈھیر مال کہاں سے دے سکتا ہے۔

اگر دولت کمانا منع ہوتا۔ تو ایسی مثالیں بھی قرآن کریم میں نہ ہوتیں پھر قرآن کریم میں

زکوٰۃ کا حکم

ہے۔ جو مال پر ہی دی جاتی ہے۔ پھر تقسیم ورثہ کا حکم ہے۔ اگر دولت کمانا جائز نہ ہوتا تو تقسیم ورثہ کا حکم ہی نہ ہوتا۔ اور اسی طرح صدقہ خیرات کے حکم بھی قرآن کریم میں نہ ہوتے اگر یہ احکام یونہی تھے تو یہ کیوں نہ بتایا۔ کہ اگر کسی کے گھر میں شراب کا مٹکا ہو۔ تو اسے یوں تقسیم کیا جائے یا یہ کہ کسی مسلمان کے گھر میں سؤر کا گوشت ہو۔ تو اسے یوں تقسیم کیا جائے۔ پس اگر دولت کمانا اسلام میں منع ہوتا تو ایسے احکام بھی نہ ہوتے اسلام نے

دولت کمانے سے منع نہیں کیا

بلکہ جس چیز کو منع کیا ہے وہ یہ ہے کہ انسان اس دولت کو محفوظ کر کے ایسے رنگ میں رکھ لیتا ہے۔ کہ دنیا کو اس کے فائدہ سے محروم کر دیتا ہے روپیہ کو بنکوں میں جمع رکھا جاتا ہے۔ یا خزانوں میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ اور اس طرح خود تو اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ مگر وہ دولت دوسروں کے کام نہیں آسکتی۔ جس چیز سے اسلام روکتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس طرح دولت کو محفوظ نہ کر لو کہ دوسرے

اس کے فائدہ سے محروم

رہ جائیں۔ اور یہ کہ سود نہ لو۔ کیونکہ اس سے دولت چند لوگوں کے ہاتھوں میں جمع ہو جاتی ہے۔ اور باقی لوگ محروم رہ جاتے ہیں۔ جس دولت سے دنیا کو فائدہ پہونچے۔ اس سے اسلام نے نہیں روکا۔ جس کا فائدہ صرف مالک کو ہو اس سے روکتا ہے۔ جو لوگ سود پر روپیہ لیتے ہیں۔ لوگ ان کو کروڑوں روپیہ دے دیتے ہیں۔ کہ نفع ملے گا۔ اس طرح وہ روپیہ سمیٹ لیتے ہیں۔ اور روپیہ

چند ہاتھوں میں جمع

ہو جاتا ہے۔ پہلے تو لوگ ان کو اس لئے روپیہ دیتے ہیں۔ کہ سود ملے گا۔ لیکن آخر کار ان کے دست نگر ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح جو روپیہ جمع کرتے ہیں وہ کوشش کرتے ہیں۔ کہ روپیہ جمع کرتے چلے جائیں۔ تا دوسروں سے غلامی کروا سکیں۔ اور خدمت کرا سکیں۔ اس چیز سے قرآن کریم نے منع کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں۔ قیامت کے دن اسے جلا کر ان کے بدن کو داغ دیا جائے گا۔ اس

سونا چاندی سے مراد

استعمال والا سونا چاندی نہیں۔ جو جائز طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں زکوٰۃ کا حکم ہے۔ اور حدیثوں میں یہ تفاصیل بیان کی گئی ہیں کہ اتنے سونے اور اتنی چاندی پر اتنی زکوٰۃ دینی چاہیئے۔ اگر سونا چاندی پاس رکھنا ہی منع ہوتا۔ تو اس پر زکوٰۃ کے کوئی معنے ہی نہ تھے۔ کیا شراب پر بھی کوئی زکوٰۃ ہے۔ تو یہ درمیانی رستہ ہے جو اسلام نے بتایا ہے۔ اور ایسی دولت سے منع کیا ہے جس کے فائدہ سے دوسرے لوگ محروم رہ جائیں۔ جو لوگ اس طرح دولت جمع کرتے ہیں۔ وہ آرام طلب ہو جاتے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہاتھ سے کام نہیں کرتے۔ ان کے مدنظر ہمیشہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ان کے پاس روپیہ ہو۔ تو لوگوں سے کام لیں۔ خود چارپائی پر بیٹھے ہیں۔ اور دوسرے کو حکم دیتے ہیں۔ کہ پاخانہ میں لوٹا رکھ آؤ۔ اور اس قدر نکمے ہو جاتے ہیں۔ کہ پاخانہ سے واپس آتے ہوئے لوٹا وہیں چھوڑ آتے ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ او کمبخت کہاں گیا۔ جا لوٹا اٹھا لا۔ ان کو کوئی کام کرنا نصیب ہی نہیں ہوتا۔ اور چونکہ ان کو دوسروں سے کام لینے کی عادت ہو جاتی ہے۔ اس لئے یہی لوگ ہیں۔ جو دنیا میں

غلامی کو قائم رکھنا

چاہتے ہیں۔ بلکہ ان کا وجود غلامی کا منبع ہوتا ہے۔ اور دنیا میں ان کے ذریعہ غلامی اس طرح پھیلتی ہے۔ جس طرح طاعون کے کیڑوں سے طاعون پھیلتی ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں۔ کہ دنیا کی حالت ایسی رہے۔ کہ اس میں ایک طبقہ ایسے لوگوں کا رہے۔ جو ان کی خدمت کرتے رہیں۔ اور وہ اس کے لئے کوشش بھی کرتے رہتے ہیں جس طرح حکومت کو گھوڑوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس کے لئے وہ زمینداروں کو مربعے دیتی ہے۔ کہ گھوڑے پالیں اسی طرح جو لوگ اس بات کے عادی ہوتے ہیں۔ کہ ہاتھ سے کام نہ کریں یا بعض کاموں میں اپنی ہتک سمجھیں۔ وہ لازماً کوشش کرتے ہیں۔ کہ

دنیا کا کچھ حصہ غریب

رہے۔ اور ان کی خدمت کرتا رہے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر دنیا کی حالت اچھی ہو جائے۔ تو وہ کام کس سے لیں گے۔ یہ باریک باتیں شاید زمینداروں کی سمجھ میں نہ آسکیں۔ اس لئے میں اسے ایک موٹی مثال سے واضح کر دیتا ہوں جس سے ہر شخص اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ ایک دفعہ مجھے اطلاع ملی۔ کہ شکرگڑھ کی تحصیل میں بعض ادنیٰ اقوام ہیں۔ جن کو آریہ ہندو بنا رہے ہیں۔ اور مجھے اطلاع ملی کہ وہ لوگ چاہتے ہیں۔ کہ اگر مسلمان ہم کو اپنے ساتھ ملا لیں۔ تو ہم مسلمان ہو جائیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہندو ہو کر بھی ہماری حالت اچھی نہ ہوگی۔ کئی پیغام مجھے آئے اور میں نے ایک دو مبلغ وہاں بھیج دیئے کہ جا کر ان میں تبلیغ کریں۔ اور پھر ہم ان کے لئے انتظام کرنے کی کوشش کریں گے۔ پہلے پہل تو مجھے رپورٹ ملتی رہی۔ کہ وہاں بڑا اچھا کام ہو رہا ہے۔ اور امید ہے کہ

سینکڑوں ہزاروں لوگ

اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔

مگر دس بارہ روز کے بعد یہ رپورٹیں آنی شروع ہوئیں۔ کہ سخت مخالفت ہو رہی ہے۔ اور ہمارے مبلغوں کو لوگ اپنے گاؤں میں ٹھہرنے تک نہیں دیتے یہ رپورٹیں سنکر مجھے بہت حیرانی ہوئی۔ کیونکہ وہ سارا علاقہ مسلمانوں کا ہے۔ اور مجھے امید تھی۔ کہ مسلمان ضرور مدد کریں گے لیکن مجھے بتایا گیا۔ کہ اس علاقہ کے ذیلدار نے جو مسلمان ہے۔ سب کام چھوڑ چھاڑ کر ہماری مخالفت شروع کر رکھی ہے۔ اور بعض نمبرداروں کو ساتھ لے کر وہ ہمارے آدمیوں کے پیچھے پیچھے پھرتا۔ اور ہر گاؤں میں پہنچکر لوگوں سے کہتا ہے۔ کہ ان کو یہاں ٹھکنے نہ دو۔ اور اس کی وجہ وہ یہ بتاتا ہے۔ کہ اگر انہوں نے ان لوگوں کو مسلمان بنا لیا۔ تو پھر ہمارے جو جانور مر جایا کریں گے۔ انہیں کون اٹھا کر لے جایا کرے گا۔ اور ان کی کھالیں کون اتارا کرے گا۔ اگر ان لوگوں میں یہ عادت نہ ہوتی۔ کہ

ایک خاص قسم کے کام

نہیں کرنے۔ تو ان کو اس مخالفت کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ تو بعض قسم کے کام کرنا امراء اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ زمینداروں میں بھی یہ عادت ہے۔ کہ وہ بعض خاص قسم کے کام خود کرنا ہتک سمجھتے ہیں۔ اور ان کو کمیوں کے کام سمجھتے ہیں۔ ان کمیوں کی اصلاح کا سوال جب بھی پیدا ہو گا۔ زمیندار ضرور لڑائی پر آمادہ ہو جائیں گے کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ اس طرح ہمارے کام رک جائیں گے ؛

جب قادیان میں

چوہڑوں کو اسلام میں داخل

کرنے کا سوال پیدا ہوا۔ تو میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ کہ بعض احمدیوں نے مجھ سے کہا۔ کہ اگر یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ تو ہمارے گھروں کی صفائی کون کرے گا۔ یہ دقت ان کو صرف اس وجہ سے نظر آئی۔ کہ ان کو ایک خاص قسم کا کام کرنے کی بالکل عادت نہ تھی۔ اور جسے بالکل ہی کام کرنے کی عادت نہ ہو۔ اسے غصہ آئے گا۔ جب وہ یہ محسوس کرے گا۔ کہ اب اس کی خدمت کرنے والے نہیں رہیں گے۔ اگر زمینداروں کو یہ عادت ہوتی۔ کہ اپنے مردہ جانوروں کو خود ہی باہر پھینک دیں۔ تو شکر گڑھ کی تحصیل کے زمیندار ہماری مخالفت نہ کرتے۔

تو میرا مطلب یہ ہے۔ کہ ایک تو

کام کرنے کی عادت

پیدا کی جائے۔ اور دوسرے کسی کام کو ذلیل نہ سمجھا جائے۔ ہاں نوکر رکھ لینا اور بات ہے۔ اگر کسی کا کام زیادہ ہو۔ جسے وہ خود نہ کر سکتا ہو۔ تو وہ کسی کو مددگار کے طور پر رکھ سکتا ہے بعض بڑے زمیندار بھی اپنے ساتھ ہالی رکھ لیتے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے ہل نہیں چلاتے۔ وہ خود بھی چلاتے ہیں اس لئے ان کو یہ فکر نہیں ہوتا۔ کہ اگر ہالی نہ رہے۔ تو وہ کیا کریں گے۔ کیونکہ وہ خود بھی ہل چلانے میں عار نہیں سمجھتے لیکن جن کاموں کو لوگ

اپنے لئے عار

سمجھتے ہیں۔ ان کے کرنے والوں کی اصلاح کا اگر سوال پیدا ہو۔ تو وہ ضرور ناراض ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ اس کے بعد یہ ہتک والا کام ہمیں خود کرنا پڑے گا۔ اور اس لئے جب میں کہتا ہوں۔ کہ ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ تو اس میں دونوں باتیں شامل ہیں۔ یعنی یہ بھی اس میں شامل ہے۔ کہ کسی کام کو اپنے لئے عار نہ سمجھا جائے۔ یوں تو سارے ہی لوگ ہاتھ سے کام کرتے ہیں میں جو لکھتا ہوں۔ یہ بھی ہاتھ سے ہی کام ہے۔ کیا ہاتھ سے نہیں تو زبان سے لکھا جاتا ہے۔

پس ہاتھ سے کام کرنے کو جب میں کہتا ہوں۔ تو اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ وہ عام کام جن کو دنیا میں

عام طور پر برا

سمجھا جاتا ہے۔ ان کو بھی کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ مثلاً مٹی ڈھونا۔ یا ٹوکری اٹھانا ہے۔ کہی چلانا ہے۔

اوسط طبقہ اور امیر طبقہ کے لوگ

یہ کام اگر کبھی کبھی کریں۔ تو یہ ہاتھ سے کام کرنا ہوگا۔ ورنہ یوں تو سب ہی ہاتھ سے کام کرتے ہیں۔ یہ کام ہمارے جیسے لوگوں کے لئے ہیں۔ کیونکہ ہمیں ان کی عادت نہیں۔ اگر ہم نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ تو ہو سکتا ہے۔ کہ ہماری عادتیں ایسی خراب ہو جائیں۔ یا اگر ہماری نہ ہوں۔ تو ہماری اولادوں کی عادتیں ایسی خراب ہو جائیں۔ کہ وہ ان کو برا سمجھنے لگیں۔ اور پھر کوشش کریں۔ کہ دنیا میں ایسے لوگ باقی رہیں جو ایسے کام کیا کریں۔ اور

اسی کا نام غلامی

ہے ؛

پس جائز کام کرنے کی عادت ہر شخص کو ہونی چاہیئے۔ تا کسی کام کے متعلق یہ خیال نہ ہو۔ کہ یہ برا ہے۔ ہمارے ملک کی ذہنیت ایسی بری ہے۔ کہ عام طور پر لوگ لوہار۔ ترکھان وغیرہ کو کمیں سمجھتے ہیں۔ اور جس طرح یہ لوہار۔ ترکھان اور چوہڑوں کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے لوگ ان کو ذلیل سمجھتے ہیں اگر کسی شخص کا لڑکا پولیس یا فوج میں سپاہی ہو جائے۔ اور سترہ روپیہ ماہوار تنخواہ پانے لگے۔ تو اس پر بہت خوشی کی جاتی ہے۔ لیکن اگر وہ پچاس ساٹھ روپیہ ماہوار کمانے والا ترکھان یا لوہار بن جائے۔ تو تمام قوم روئے گی کہ اس نے ہماری ناک کاٹ ڈالی۔ کیونکہ اسے

کمیوں کا کام

سمجھا جاتا ہے۔ تو میرا مطلب یہ ہے۔ کہ اس قسم کے کاموں کی جماعت میں عادت ڈالی جائے۔ ایک طرف تو کام کرنے کی عادت ہو۔ اور دوسری طرف ایسے کاموں کو عیب نہ سمجھنے کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ جماعت کا کوئی طبقہ ایسا نہیں رہے گا۔ کہ جو کسی حالت میں بھی یہ کوشش کرے۔ کہ دنیا میں ضرور کوئی نہ کوئی مفتد غلام رہے۔ اور اگر کبھی اس کی

اصلاح کا سوال

پیدا ہو۔ تو اس میں روک بنے۔ جیسے جب یہاں چوہڑوں کو داخل اسلام کرنے کا سوال پیدا ہوا۔ تو بعض لوگ گھبرانے لگے تھے۔ جماعت کے کچھ لوگ بڑھئی بنیں۔ کچھ لوہار بنیں۔ کچھ ملازمتیں کریں۔ غرضیکہ کوئی خاص کام کسی سے منسوب نہ ہو۔ تا وہ ذلیل نہ سمجھا جائے۔ اس تحریک سے

دو ضروری فوائد

حاصل ہوں گے۔ ایک تو نکما پن دور ہوگا اور دوسرے غلامی کو قائم رکھنے والی روح کبھی پیدا نہ ہوگی۔ یہ فیصلہ کر لینا چاہیئے۔ کہ فلاں کام برا ہے۔ اور فلاں اچھا ہے۔ برا کام کوئی نہ کرے۔ اور اچھا چھوٹے بڑے سب کریں۔ برا کام مثلاً چوری ہے۔ یہ کوئی بھی نہ کرے۔ اور جو اچھے ہیں۔ ان میں سے کسی کو عار نہ سمجھا جائے۔ تا اس کے کرنے والے ذلیل نہ سمجھے جائیں۔ اور جب دنیا میں یہ مادہ پیدا ہو جائے کہ کام کرنا ہے۔ اور نکما نہیں رہنا۔ اور کسی کام کو ذلیل نہیں سمجھنا۔ تو اس طرح کوئی طبقہ ایسا نہیں رہے گا۔ جو

دنیا میں غلامی

چاہتا ہو۔ اسی لئے میں نے کوشش کی تھی۔ کہ ملازموں کی تنخواہیں بڑھ جائیں۔ تا لوگ ملازم کم رکھیں۔ اور اپنے کام خود کریں ؛

اب تو یہ حالت ہے۔ کہ نوکر دو چار روپے میں مل جاتے ہیں۔ اس لئے ذرا کسی کے پاس پیسے ہوتے ہیں۔ تو جھٹ وہ نوکر رکھ لیتا ہے۔ اور اس طرح اس میں سستی اور غفلت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہمارے ملک میں یہ سستی اور غفلت اس حد تک ترقی کر گئی ہے۔ کہ معمولی لوگ بھی

اپنا اسباب اٹھانا ہتک

سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ولایت میں بڑے بڑے لکھ پتی خود اپنے اسباب اٹھا لیتے ہیں۔

جب میں ولائت میں گیا تو میرے ساتھی باوجودیکہ غرباء کے طبقہ میں سے ہی تھے۔ امراء تو ہم میں ہیں ہی نہیں سب غریب طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں مگر اس کے باوجود وہ اپنا اسباب اٹھانے سے گھبراتے تھے۔ جب میں فرانس میں سے گزرا۔ تو امریکہ کے کچھ لوگ میرے ہم سفر تھے۔ وہ دس بارہ آدمی تھے جو یورپ کی سیر کرنے کے لئے آئے تھے۔ ان کے تمول کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ایسے ہوٹلوں میں ٹھہرتے تھے۔ جہاں پندرہ بیس روپیہ روزانہ فی کس خرچ ہوتا ہے۔ اور اس طرح میرا اندازہ ہے۔ کہ ان کا کھانے پینے کا خرچ چار پانچ ہزار روپیہ ماہوار ہوگا۔ کرائے الگ تھے۔ وہ فرسٹ کلاس میں سفر کرتے تھے۔ اور اس طرح پندرہ بیس ہزار روپیہ ان کا کرایوں وغیرہ پر بھی خرچ ہوا ہوگا۔ اور اس طرح میرا اندازہ ہے کہ ان کا کل خرچ ساٹھ ستر ہزار روپیہ ہوا ہوگا۔ جس سے ان کے تمول کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ لیکن جب وہ گاڑی سے اترے۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ ان میں سے ہر ایک

دو دو تین تین گٹھڑیاں اور بکس

اٹھائے جا رہا ہے۔ مگر ہمارے دوستوں کی یہ حالت تھی کہ مجھے تو انہوں نے کہہ دیا۔ کہ آپ چلئے ہم اسباب لاتے ہیں۔ میں ان کی باتوں میں آگیا۔ اور آگے چلا آیا۔ مگر بہت دیر ہوگئی۔ اور کوئی نہ آیا۔ جہاز کے افسر نے بھی مجھے کہا کہ آپ سوار ہوں جہاز بالکل روانہ ہونے کے لئے تیار ہے۔ مگر میں نے کہا کہ ابھی تو میرے ساتھی اور اسباب نہیں آیا۔ آخر میں واپس آیا۔ اور وجہ دریافت کی۔ تو معلوم ہوا کہ

اسباب اٹھانے کے لئے قلی

نہیں ملتے۔ اور ہمارے دوست حیران تھے کہ کیا کریں۔ اس وقت اتفاقاً کچھ آدمیوں کا انتظام سٹیشن والوں نے کر دیا اور کچھ سامان ہمارے بعض دوستوں نے اٹھایا اور اس طرح جہاز پر پہونچے جب ہم لنڈن پہونچے۔ تو دوسرے روز ہی مجھے معلوم ہوا کہ ہماری پارٹی میں اختلاف ہے۔ بعض چہروں سے بھی ناراضگی کے آثار دکھائی دیتے تھے میں نے تحقیقات کی کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جب گاڑی سے اترے تو یہ سوال پیدا ہوا۔ کہ سامان مکان کی چھت پر پہونچانے کے لئے قلیوں کی ضرورت ہے مگر قلی ملتے نہیں۔ چودھری ظفر اللہ خان صاحب ان دنوں وہاں تھے اور ہمارے ساتھ ہی ٹھہرے تھے۔ اور

مکان کے انتظام کے لئے

پہلے سے مکان میں آگئے ہوئے تھے۔ مجھے بتایا گیا کہ جب انہوں نے یہ حال دیکھا تو اپنے ایک جرمن معزز دوست کے ساتھ ملکر انہوں نے اسباب اوپر پہونچانا شروع کیا۔ جس پر بعض اور دوست بھی شامل ہوگئے۔ اور چونکہ چودھری صاحب نے ملامت کی۔ کہ آپ لوگ خود کیوں اسباب نہیں اٹھاتے بعض ساتھیوں نے اسے بُرا منایا اور رنجش پیدا ہوئی۔ جن صاحب کو یہ امر سب سے زیادہ بُرا لگا۔ وہ ہماری جماعت کے

تازہ باغیوں کے سردار صاحب

تھے۔ لیکن یورپ کے لوگ اس بات میں کوئی عار نہیں سمجھتے۔ وہاں بھی ایسے لوگ ہیں جو دوسروں سے کام لیتے ہیں۔ مگر سفر وغیرہ کے مواقع پر اسباب اٹھانے میں وہ بھی تامل نہیں کرتے۔ غرض کام نہ کرنے کی عادت انسان کو بہت خراب کرتی ہے۔ کسی ملک میں جو مثالیں بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ وہ دراصل اس ملک کی حالت پر دلالت کرتی ہیں اور

قوم کا کیریکٹر

ان میں بیان ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں یہ مشہور ہے کہ کوئی سپاہی سفر پر جا رہا تھا۔ کہ اسے آوازیں آنی شروع ہوئیں۔ کہ میاں سپاہی ذرا ادھر آنا اور جلدی آنا بڑا ضروری کام ہے۔ وہ ایک ضروری کام سے جا رہا تھا۔ اور پچاس ساٹھ گز کے فاصلہ سے اسے یہ آواز آ رہی تھی۔ مگر خیر وہ وہاں پہونچا۔ تو دیکھا کہ دو آدمی لیٹے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک اسے کہنے لگا۔ کہ میاں سپاہی یہ میری چھاتی پر بیر پڑا ہے۔ اسے اٹھا کر میرے موُنہہ میں ڈال دو۔ یہ سنکر اسے بہت غصہ آیا۔ اور اس نے اسے گالیاں دیں۔ اور کہا کہ تو بڑا نالائق ہے میں ضروری سفر پر جا رہا تھا۔ تم نے مجھے پچاس ساٹھ گز کے فاصلہ سے بلایا۔ تمہاری چھاتی پر بیر تھا جسے تم خود اٹھا کر کھا سکتے تھے۔ تم کوئی لولے لنگڑے تو نہ تھے۔ کہ مجھے اتنی دور سے بلایا اس پر دوسرے شخص نے کہا کہ میاں سپاہی جانے دو کیوں اتنا غصہ کرتے ہو۔ یہ شخص تو ہے ہی ایسا۔ یہ کسی کام کا نہیں۔ اور اس قابل نہیں کہ اس کی اصلاح ہو سکے۔ اس کی سستی کی تو یہ حالت ہے کہ ساری رات

کتا میرا موُنہہ چاٹتا رہا

اور اس سے اتنا نہ ہو سکا کہ اسے ہشت ہی کر دے۔ اس مثال میں ہمارے ملک کی بے عملی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ملک میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ مگر یہاں بہت زیادہ ہیں۔ یہاں جو کام کرنے والے ہیں وہ بھی سست ہیں۔ میں نے کئی دفعہ سنایا ہے کہ یہاں جو مزدور اینٹیں اٹھاتے ہیں۔ وہ اس طرح ہاتھ لگاتے ہیں کہ گویا وہ انڈے ہیں۔ آہستہ آہستہ اٹھاتے ہیں۔ اور پھر اٹھاتے اور رکھتے وقت کمر سیدھی کرتے ہیں پھر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کہتے ہیں۔ کہ لاؤ ذرا حقہ کے تو دو کش لگائیں لیکن ولائت میں میں نے دیکھا ہے۔ کہ حالت ہی اور ہے۔ حافظ روشن علی صاحب مرحوم کو میں نے ایک دفعہ توجہ دلائی۔ انہوں نے کہا کہ میرا بھی خیال اسی طرف تھا۔ گویا ایک ہی وقت دونوں کو اس طرف توجہ ہوئی۔ حافظ صاحب نے کہا کہ ان لوگوں کو دیکھ کر یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ یہ کام کر رہے ہیں۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

آگ لگی ہوئی ہے

اور یہ اسے بجھا رہے ہیں۔ کوئی سستی ان میں نظر نہیں آتی۔ ایک دفعہ ہم گھر میں بیٹھے تھے۔ کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ کہ گلی میں چند عورتیں نظر آئیں جو لباس سے آسودہ حال معلوم ہوتی تھیں۔ مگر نہائت جلدی جلدی چل رہی تھیں میں نے حافظ صاحب سے کہا کہ ان کو کیا ہو گیا ہے۔ حافظ صاحب ذہین آدمی تھے سمجھ گئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ میں نے یہاں کسی کو چلتے دیکھا ہی نہیں

سب لوگ یہاں دوڑتے ہیں

غرض وہاں کے لوگ ہر کام ایسی ستعدی سے کرتے ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں جدھر دیکھو سُستی غفلت اور سستی چھائی ہوئی ہے کسی کو چلتے دیکھو تو سستی کی ایسی لعنت ہے کہ چاہتا ہے ہر قدم پر کیلے کی طرح گر جائے۔ یہاں جو کام کرنیوالے ہیں وہ بھی گویا نکمے ہی ہیں۔ اور جو سست ہیں اور کام کرتے ہی نہیں ان سے تو اللہ کی پناہ۔ ان کی حالت تو وہی ہے کہ بیر اٹھا کر موُنہہ میں نہیں ڈال سکتے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اس کے ساتھی کی۔ جس نے کہا تھا کہ ساری رات کتا میرا موُنہہ چاٹتا رہا۔ اور اس نے ہشت تک نہ کی۔ کمبخت تو نے آپ ہی کیوں نہ ہشت کہہ دیا۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ ایک شخص کے متعلق سنایا کرتے تھے۔ وہ ایک

گاؤں کا رہنے والا

اور اچھا مخلص احمدی تھا۔ زمین وغیرہ اچھی تھی۔ اور باپ نے کچھ روپیہ بھی چھوڑا تھا۔ وہ یہاں آیا۔ اور شہری لوگوں سے اس کے تعلقات ہوئے تو دماغ بگڑ گیا۔ اور لگا روپیہ اڑانے

جس کے نتیجہ میں روپیہ میں کمی آنے لگی۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ اسے کام کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ تو اس نے کہا۔ کہ میری تو یہ حالت ہے۔ کہ اگر لاہور جاؤں۔ اور میرے پاس کوئی ٹرنک یا اسباب نہ ہو۔ تو اپنا رومال قلی کو پکڑا دیتا ہوں۔ تا دیکھنے والے یہ تو سمجھیں۔ کہ کوئی شریف آدمی جا رہا ہے۔ شریف بننا کوئی آسان کام تو نہیں نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس نے اپنی ساری دولت لٹا دی۔ اور آخر لڑکیوں کو ساتھ لے کر عیسائی ہو گیا۔ اس کی لڑکیاں بھی اب عیسائی ہیں۔ گو ان میں سے بعض دل میں سمجھتی ہوں۔ کہ عیسائیت سچا مذہب نہیں۔ مگر بہر حال وہ عیسائی ہیں۔ تو کام کرنے کی عادت ڈالنا

نہایت ہی اہم چیز

ہے۔ اور اسے جماعت کے اندر پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔ تا جو لوگ سست ہیں۔ وہ بھی چست ہو جائیں۔ اور ایسا تو کوئی بھی نہ رہے جو کام کرنے کو عیب سمجھتا ہو۔ جب تک ہم یہ احساس نہ مٹا دیں۔ کہ بعض کام ذلیل ہیں۔ اور ان کو کرنا ہتک ہے۔ یا یہ کہ ہاتھ سے کما کر کھانا ذلت ہے۔ اس وقت تک ہم دنیا سے غلامی کو نہیں مٹا سکتے۔ لوہار بڑھئی۔ دھوبی۔ نائی غرضیکہ کسی کا کام ذلیل نہیں۔ یہ سارے کام دراصل لوگ خود کرتے ہیں۔ ہر شخص تزئین کرتا ہے۔ اپنی ڈاڑھی اور مونچھوں کی صفائی کرتا ہے۔ یہی حجام کا کام ہے۔ بچہ پیشاب کر دے۔ تو امیر غریب ہر ایک اسے دھوتا ہے۔ جو دھوبی کا کام ہے تو یہ سب کام انسان کسی نہ کسی رنگ میں خود کرتا ہے۔ مگر اس طرح کہ کسی کو پتہ نہ لگے۔ اور خود بھی محسوس نہ کرے لیکن ہم چاہتے ہیں۔ کہ وہ ایسے رنگ میں کرے کہ وہ سمجھتا ہو۔ کہ گو یہ کام برا سمجھا جاتا ہے۔ مگر دراصل برا نہیں۔ اور اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہر انسان اپنی طہارت کرتا ہے۔ یہ کیا ہے۔ یہی چوہڑوں والا کام ہے۔ اور جب تک کوئی شخص یہ چوہڑوں والا کام نہ کرے لوگ اسے پاگل سمجھتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ غلیظ اور کوئی ہوتا نہیں۔ تو جبتک ایسے تمام کام کرنے کی عادت نہ ہو۔ ان کے کرنے والوں کی اصلاح بری لگتی ہے۔ جیسے یہاں چوہڑوں کی اصلاح پر بعض لوگوں کو گھبراہٹ ہوئی تھی۔ حالانکہ

مکہ اور مدینہ میں

کوئی چوہڑے نہ ہوتے تھے۔ آخر وہاں گذارہ ہوتا ہی تھا۔ اور اب تو ولایت میں بلکہ ہندوستان میں بمبئی اور کلکتہ وغیرہ میں بھی ایسے پاخانے بنا دئے گئے ہیں کہ چوہڑوں کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ لاہور میں بھی اس کا انتظام زیر تجویز ہے۔ پاخانہ میں جاؤ۔ تو نلکے لگے ہوئے ہیں۔ فارغ ہونے کے بعد نلکا کھول دو۔ زمین کے نیچے سرنگیں بنی ہوئی ہیں۔ جن میں سے پاخانہ بہہ کر جنگل میں چلا جاتا ہے۔ اور وہاں کھاد کے کام آتا ہے۔ بہر حال کسی جماعت کا یہ خیال کرنا کہ اس کے بعض افراد گندے ہیں۔ اور بعض اچھے ہیں۔ ایسا ذلیل خیال ہے کہ

اس سے زیادہ ذلیل

اور نہیں ہو سکتا۔ اگر واقعی کسی کے اندر گند ہے۔ تو اس کی اصلاح کرنی چاہیئے لیکن اگر وہ اچھے ہیں۔ تو ان سے نفرت کرنا اپنے اوپر اور اپنی قوم کے اوپر ظلم ہے۔

چونکہ اپنے اپنے طور پر ہاتھ سے کام کرنے کی نگرانی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے میں نے تحریک کی تھی۔ کہ قومی طور پر یہ کام کیا جائے۔ اور سڑکیں بنائی اور نالیاں درست کی جائیں۔ تا نگرانی ہو سکے اور دوسروں کو بھی تحریک ہو۔ اس کے سوا بھی اس میں کئی فائدے ہیں۔ مثلاً جس قوم میں یہ عادت پیدا ہو جائے۔ اس کی

اقتصادی حالت

اچھی ہو جائے گی۔ اس سے سوال کی عادت دور ہو جائے گی۔ اس کے افراد میں سستی نہیں پیدا ہو گی۔ پھر جن لوگوں کی اقتصادی حالت اچھی ہو گی۔ وہ چندے بھی زیادہ دے سکیں گے۔ بچوں کو تعلیم دلا سکیں گے۔ اور اس طرح ان کی اخلاقی حالت درست ہو گی۔ تو اس کے اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔ مگر سب سے اہم امر یہ ہے۔ کہ اس سے مذہب کو تقویت ہوتی ہے۔ اور دنیا سے غلامی مٹتی ہے۔ جب تک دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جن کو ہاتھ سے کام کرنے کی عادت نہیں۔ وہ کوشش کریں گے۔ کہ ایسے لوگ دنیا میں موجود رہیں۔ جو ان کی خدمت کرتے رہیں۔ اور دنیا ترقی نہ کرے۔ میری غرض یہ ہے۔ کہ

اس کام کو نہایت اہمیت دی جائے

اور پورے اہتمام سے شروع کیا جائے۔ افسوس ہے کہ اس وقت تک کوئی مستعدی نہیں دکھائی گئی۔ یہاں بھی خدام الاحمدیہ کو یہ کام شروع کر دینا چاہیئے۔ اور پھر دوسرے گاؤں اور شہروں میں بھی شروع ہونا چاہیئے گاؤں کے لوگوں کو صفائی کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔ گاؤں میں بہت گند ہوتا ہے۔ اور گاؤں کا تو کیا کہنا۔ مجھے خود کئی لوگوں نے یہ طعنے دئے ہیں۔ کہ

سب سے زیادہ گند

یہاں احمدیہ چوک میں ہوتا ہے۔ چودہری ظفر اللہ خان صاحب اپنے ساتھ بعض انگریز دوستوں کو یہاں لاتے رہے ہیں۔ وہ سب اس بات کی تو تعریف کرتے ہیں کہ محلے بہت اچھے ہیں۔ سڑکیں چوڑی ہیں۔ مگر صفائی نہ ہونے کی شکایت وہ بھی کرتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ رستہ سے کانٹا ہٹا دینا بھی نیکی ہے۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ جو رستہ پر پاخانہ پھرتا ہے۔ اس پر لعنت ہوتی ہے۔ مگر شاید لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ راستہ پر پاخانہ کرنا ہی

لعنت کا موجب

ہے۔ گھر میں سے خواہ دس آدمیوں کا پاخانہ اٹھا کر گلی میں پھینک دو۔ یہ کوئی بری بات نہیں۔ میں پوچھتا ہوں کیا قادیان کی کوئی بھی گلی ہے۔ جو صاف رہتی ہو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گلی میں پاخانہ بیٹھنے سے کیوں منع فرمایا ہے۔ اس لئے۔ کہ اس سے گندگی پھیلتی ہے۔ وبائیں اور بیماریاں پھیلتی ہیں۔ آپ نے ایک کے پاخانہ کرنے کو منع فرمایا ہے۔ مگر تم ہو۔ کہ دس کا پاخانہ گلی میں پھینک دیتے ہو۔ اور پھر سمجھتے ہو۔ کہ اس سے تم پر کوئی لعنت نہیں پڑتی۔ حقیقی میں نے دیکھا ہے۔

جانور ذبح کر کے بال و پر

اوجھڑیاں اور ان کا پاخانہ وغیرہ سب گلی میں پھینک دیا جاتا ہے۔ مرغیاں آکر ان کو نوچتی ہیں۔ آنت توڑ کر الگ کر لیتی ہیں۔ اور پاخانہ الگ ہو جاتا ہے۔ اس پر پھر مکھیاں آکر بیٹھتی ہیں۔ اور وہی پھر آٹے اور کھانے کی چیزوں پر بیٹھتی ہیں۔ پھر لوگ اسے کھا کر پاخانہ کرتے ہیں۔ اور پھر اس پر مکھیاں بیٹھ کر دوسری کھانے کی چیزوں پر بیٹھتی ہیں۔ اور جس طرح بادل سمندر سے بنتے اور پھر پانی بن کر سمندر میں چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح اس گندگی کا بھی حال ہے۔ بعض لوگ تو ایسے احمق ہیں۔ کہ وہ گندہ رہنے کو نیکی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ یہ صفائیاں کرنا انگریزوں کا کام ہے۔ ہم مومن اور مخلص ہیں۔ ہمیں ان باتوں سے کیا۔ وہ مومن مخلص اسے سمجھتے ہیں۔ جو زیادہ گندا ہو۔ زمانہ کتنا بدل جاتا ہے۔ میں

سلطان صلاح الدین ایوبی

کی زندگی کے حالات ایک تاریخ کی کتاب میں پڑھ رہا تھا۔ گو اس زمانہ میں مسلمانوں میں تنزل کے آثار شروع ہو گئے تھے۔ مگر پھر بھی میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ جب میں نے دیکھا۔ کہ اس میں صفحوں کے صفحے اس موضوع پر لکھے ہوئے ہیں۔ کہ ایک یورپین عیسائی اور شامی مسلمان میں کیا فرق ہے۔

ور فرق یہ بتائے گئے ہیں۔ کہ مسلمان صاف ستھرا ہوتا ہے۔ اس کا بدن اور اس کے کپڑے اور مکان صاف ہوتا ہے لیکن یورپین گندہ ہوتا ہے۔ اس کے بال اور ناخن بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس کا بدن اور لباس غلیظ ہوتا ہے۔ یہ اس زمانہ کے مسلمانوں کی حالت تھی۔ مگر آج کیا ہے آج

ایشیا کا مسلمان غلیظ اور یورپین عیسائی صاف

ستھرا ہوتا ہے۔ پھر وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ عجیب بات یہ ہے کہ عیسائیوں کو سمجھاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ نہیں تصوف یہی ہے اور بعینہٖ آج یہ حالت مسلمانوں کی ہے آج مسلمان ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ وہی چیزیں جو عیسائیوں میں تھیں آج ان میں آگئی ہیں۔ اور جو ان میں تھیں وہ عیسائیوں میں چلی گئی ہیں۔ بالکل الٹ معاملہ ہو گیا ہے جس طرح بچے کھیلتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی پیٹھ پر سوار ہو جاتا ہے۔ جو نیچے ہوتا ہے وہ کہتا ہے۔ میرے کوٹھے کون چڑھی۔ یعنی میرے مکان کی چھت پر کون چڑھا ہے۔ اوپر والا جواب دیتا ہے کانٹو۔ نیچے والا کہتا ہے اتر کانٹو میں چڑھاں۔ یعنے کانٹو اترو اب میری باری چڑھنے کی ہے۔ اسپر اوپر والا اتر کر گھوڑا بن جاتا ہے۔ اور جو گھوڑا تھا وہ سوار ہو جاتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں یورپین عیسائیوں اور ایشیائی مسلمانوں میں بالکل ایسا ہی کھیل کھیلا گیا ہے۔ ایک وقت تھا کہ جب کہا جاتا تھا۔ کون غلیظ ہے؟ تو جواب ملتا تھا عیسائی۔ اور جب کہا جاتا تھا کون صاف ہے؟ تو جواب ملتا تھا مسلمان۔ مگر آج جب کہا جاتا ہے۔ کون صاف ہے؟ تو جواب ملتا ہے عیسائی اور جب کہا جاتا ہے کون غلیظ ہے؟ تو جواب ملتا ہے مسلمان۔ مگر اس تجویز پر عمل کرکے ہر جگہ کے احمدی اس حالت کے برعکس نقشہ دکھا سکتے ہیں مگر افسوس ہے کہ ابھی یہاں بھی عمل شروع نہیں ہوا۔ خدام الاحمدیہ کو چاہیئے کہ اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھیں

اور دوسروں کو سمجھائیں۔ اور عملاً کام کریں۔ میں نے جو اعلان

عملی کام کے متعلق

کیا تھا۔ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ خدام الاحمدیہ اس سے غافل نہیں ہیں جو کام ان کے سپرد کیا گیا تھا۔ اس کے لئے انجنیروں کے مشورے کی ضرورت ہے جو لیا جا رہا ہے۔ اور اس کے بعد کام شروع کر دیا جائے گا۔ مگر ان کا صرف یہی کام نہیں بلکہ اور بھی کئی کام ہیں۔ جب تک یہ شروع نہیں ہوتا وہ یہ دیکھیں۔ کہ لوگ

گلیوں میں گند

نہ پھینکیں۔ اور اگر کوئی پھینکے۔ تو سب مل کر اسے اٹھائیں۔ تھوڑی سی محنت سے صفائی کی حالت اچھی ہو سکتی ہے۔ گاؤں میں رہنے والے احمدیوں کو بھی صفائی کی طرف خاص توجہ چاہیئے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کہ وہ صفائی کا خیال نہیں رکھتے۔ میں نے دیکھا ہے بعض زمیندار عورتیں بیعت کے لئے آتی ہیں۔ کسی کے بچہ نے فرش پر پاخانہ کر دیا۔ تو اس نے ہاتھ سے اٹھا کر جھولی میں ڈال لیا۔ اور سمجھ لیا کہ بس صفائی ہو گئی۔ ان کے جانے کے بعد ہم اسے دھوتے ہیں۔ لیکن وہ اپنی طرف سے سمجھ لیتی ہیں۔ کہ بس صفائی ہو چکی۔ یہ حالت میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ اور ایک دفعہ نہیں بیسیوں دفعہ۔ اب غور تو کرو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو فرماتے ہیں کہ

رستہ میں پاخانہ کرنیوالے پر

خدا کی لعنت ہوتی ہے۔ کیا وہ اس نظارہ کو برداشت کر سکتے تھے۔ پھر یہی نہیں۔ میں نے بعض زمیندار عورتوں کو اپنے دوپٹہ سے بچہ کی طہارت کرتے دیکھا ہے۔ وہ یہ سمجھ لیتی ہیں۔ کہ بس بچہ کی صفائی ہو گئی۔ اور یہ خیال بھی نہیں کرتیں کہ

بچہ کا پاخانہ اپنے سر پر

رکھ رہی ہیں۔ ہمارے ملک میں گندگی کا مفہوم ہی بالکل بدل گیا ہے۔

اور یہ ہاتھ سے کام نہ کرنے کا ہی نتیجہ ہے۔ یہ سب کسل اور سستی ہے۔ کہ کون اٹھے اور کون دھوئے۔ اور کون صفائی کرتا پھرے۔

میں نے خدام الاحمدیہ کو توجہ دلائی تھی کہ وہ اس کام کو خاص طور پر شروع کریں۔ اور اب بھی جب تک وہ سکیم نہ بنے

ہر محلہ کے ممبر

ذمہ وار سمجھے جائیں۔ اس محلہ کی صفائی کے پہلے لوگوں کو منع کرو۔ اور سمجھاؤ کہ گلی میں گندگی نہ پھینکیں۔ اور اگر وہ پھر بھی باز نہ آئیں تو پھر

خود جا کر اٹھائیں

جب وہ خود اٹھائیں گے تو پھینکنے والوں کو بھی شرم آئے گی۔ اور جب عورتیں دیکھیں گی۔ کہ وہ جو گند گلی میں پھینکتی ہیں۔ وہ ان کے باپ یا بھائی یا بیٹے کو اٹھانی پڑتی ہے۔ تو وہ سمجھیں گی یہ برا کام ہے۔ اور وہ اس سے باز رہیں گی۔ لوگ ہزار یا پانچ سو یا کم و بیش روپیہ لگا کر مکان بنا لیتے ہیں۔ مگر یہ نہیں کرتے کہ

چند فٹ کا ایک چھوٹا سا گڑھا

گلی میں بنوا لیں۔ اور اس گلی کے سب مکانوں والے اسی میں گندی چیزیں پھینکیں۔ اور پھر صفائی کرنے والے آکر وہیں سے لے جائیں۔ یورپ میں میں نے دیکھا ہے سب سڑکوں پر ایسے گڑھے ہوتے ہیں۔ جن کے اوپر ڈھکنے پڑے رہتے ہیں۔ لوگ اس میں گندی چیزیں پھینک جاتے ہیں۔ اور سرکاری آدمی آکر اٹھاتے جاتے ہیں۔ اگر یہ طریق یہاں بھی اختیار کر لیا جائے تو بہت مفید ہوگا اگر ہر گلی والے صفائی کے خیال سے ایسا گڑھا بنوائیں۔ تو اس پہ

زیادہ سے زیادہ چار پانچ روپیہ

خرچ ہوگا۔ اور میرے نزدیک وہ پانچ چھ سال تک کام دے سکتا ہے اس کے بعد بھی اگر مرمت کی ضرورت پیش آئے تو اس پہ روپیہ دو روپیہ

سے زیادہ خرچ نہ ہوگا۔ اور اگر گلی میں دس گھر ہوں تو آٹھ آٹھ آنہ ہر ایک کے حصہ میں آئیں گے۔ اور پھر اس خرچ کو پانچ سال پہ لے جایا جائے۔ تو سات پیسے فی سال کا خرچ ہوگا۔ اگر اس خرچ سے صفائی کی حالت اچھی ہو جائے تو کتنا سستا ہے۔ اس سے انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت سے بھی بچ سکتا ہے۔ اس قسم کی صفائی اگر سب جگہ جاری کی جائے۔ تو یہ ایک بڑی نیکی ہوگی۔ دیہات میں بھی اس کی طرف توجہ کی جانی چاہیئے۔ وہاں لوگ گندگی کو

روڑی کے نام سے محفوظ

رکھتے ہیں۔ حالانکہ گورنمنٹ کی طرف سے بارہا اس حقیقت کا اعلان کیا گیا ہے کہ اس طرح کھاد کا مفید حصہ ضائع ہو جاتا ہے۔ نوشادر وغیرہ کے جو اجزاء اس میں ہوتے ہیں۔ وہ سب اڑ جاتے ہیں۔ کھاد تبھی اچھی ہو سکتی ہے جب زمین میں دفن ہو۔ ننگی رہنے سے سورج کی شعاعوں کی وجہ سے اس کی طاقت کا مادہ اڑ جاتا ہے۔ اس لئے اچھی کھاد وہ ہے۔ جو زمین میں دفن رہے۔ تو جو روڑیاں دیہات میں رکھی جاتی ہیں وہ گند ہوتا ہے۔ کھاد نہیں۔ پھر اس میں روڑی کے علاوہ زمینداروں کے مد نظر ایک اور سوال اپلوں کا ہوتا ہے۔ جو وہ جلاتے ہیں۔ حالانکہ یہ کتنی غلیظ بات ہے۔ کہ

پاخانہ سے روٹی

پکائی جائے۔ مانا کہ وہ پاخانہ جانور کا ہے۔ مگر کیا جانور کا پاخانہ کھانے کے لئے کوئی تیار ہو سکتا ہے۔ اسی پر رکھ کر پھلکے سینکتے ہیں۔ اور پھر انہیں کھاتے ہیں۔ بائیبل میں یہود کی سزا کے متعلق آتا ہے۔ تم انسان کے پاخانہ سے روٹی پکا کر کھاؤ گے۔ حزقیل باب ۴ آیت ۱۲۔ گو وہاں انسانی پاخانہ کا ذکر ہے۔ مگر جانور کا پاخانہ بھی تو گندی شے ہے۔ خواہ نسبتاً کم ہو۔ اس سے روٹی پکانی بھی یقیناً ایک سزا ہے۔ مگر دیہات میں اسی کی آگ جلائی جاتی ہے۔ اور اسی

سے کھانا پکایا جاتا ہے۔ حالانکہ اگر

درخت لگانے کی عادت

ڈالی جائے۔ تو یہ کئی لحاظ سے مفید ہو۔ جلانے کے لئے لکڑی بھی مل جائے۔ سایہ بھی ہو۔ اور پھر ایسے درخت لگائے جا سکتے ہیں۔ جن کا فائدہ بھی ہو۔ مثلاً شہتوت کے درخت ہیں۔ ان پر اگر ریشم کے کیڑے چھوڑ دئے جائیں۔ تو ایک ایک درخت پر دس روپیہ کا ریشم تیار ہو سکتا ہے۔ اور اگر دو چار درخت ہی اس کے لگا لئے جائیں۔ تو گھر والوں کے کپڑے ہی اس کی آمد سے تیار ہو سکتے ہیں۔ اور لکڑی بھی جلانے کے لئے کافی مل سکے گی۔ پھر جس جگہ درخت ہوں۔ وہاں بارشیں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ اور جہاں درخت نہ ہوں۔ وہاں بارش کم ہوتی ہے۔ اور جب ہو۔ تو مٹی بہہ کر وہ جگہ نشیب بن جاتی ہے۔ غرضکہ

بیسیوں فوائد

ہیں۔ مگر اپلوں کے استعمال کی وجہ سے زمیندار

ان سے محروم رہتے ہیں۔ اس کی وجہ سے درخت کی ضرورت بہت کم محسوس کی جاتی ہے۔ اس لئے لوگ لگاتے ہی نہیں صرف ہل وغیرہ کے لئے لکڑی کی ضرورت ان کو پیش آتی ہے۔ باقی کھانا وغیرہ گوبر سے پکا لیتے ہیں۔

ہاتھ سے کام میں جو صفائی کا حصہ ہوتا ہے۔ اس کے ضمن میں میں نے یہ مثال دی ہے۔ اس تحریک کو عام کرنا چاہئے اور ہمارے دوستوں کو چاہئے۔ کہ اسے اس طرح پھیلائیں۔ کہ اس کا اثر نمایاں طور پر نظر آنے لگے۔ کوئی کام اس وقت تک مفید نہیں ہو سکتا۔ جب تک قوم پر اس کا اثر نہ ہو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دودھ پینے کے لئے دیا۔ اس نے پیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اور پیو۔ اس نے اور پیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اور پیو۔ اس نے کہا۔ یا رسول اللہ اب تو میرے مساموں میں سے دودھ بہنے لگا ہے۔ آپ کا مطلب یہ تھا۔ کہ خدا تعالےٰ جو نعمت دے۔ اس کے

آثار چہرہ پر ظاہر

ہونے چاہئیں۔ پس ہمارے سب کام اس رنگ میں ہونے چاہئیں۔ کہ ان کا اثر ظاہر ہو جائے۔

میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ میں اس صفائی کا بھی قائل نہیں ہوں جیسی بعض انگریز کرتے ہیں۔ کہ ذرا سا دھبہ کپڑا میں لگ گیا۔ تو اسے اتار دیا۔ یا جیسا کہ آج کل کے بعض نوجوان کرتے ہیں۔ کہ بالوں کو برش کرتے رہے۔ کئی کئی گھنٹے

بالوں اور چہرہ کی صفائی

میں لگا دیتے ہیں۔ میرا مطلب صرف اس صفائی سے ہے۔ جو صحت پر اثر ڈالتی ہے یہ کوئی صفائی نہیں۔ کہ داڑھی اور مونچھوں کو مونڈھتے اور بالوں کو کنگھی اور برش کرتے رہتے ہیں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس عورت کی نئی نئی شادی ہوئی ہے یہ صفائی نہیں۔ بلکہ لغویت اور بے ہودگی ہے۔ ہاں جہاں گندگی اور غلاظت ہو۔ اسے دور کرنا چاہئے۔ اگر اس سنگار کا نام صفائی ہے۔ تو پھر تو

لندن کے چند کروڑپتی

ہی صفائی رکھ سکیں گے۔ جو یوڈی کولون پانی میں ڈال کر نہاتے ہیں۔ اگر ہمارے غریب زمیندار ایسی صفائی رکھنے لگیں تو ہر سال ایک گھماؤں زمین بیچ کر نہانے کا ہی انتظام کر سکتے ہیں۔ مگر یہ کوئی صفائی نہیں۔ بلکہ تعیش ہے۔ وہ صفائی جو اسلام چاہتا ہے۔ یہ ہے کہ گند نظر نہ آئے اور صحت خراب نہ ہو۔ پھر بعض لوگ ایسے صفائی پسند ہوتے ہیں۔ کہ مصافحہ بھی کسی سے نہیں کرتے۔ کہ اس طرح کیڑے لگ جاتے ہیں۔ یہ بھی صفائی نہیں بلکہ جنون ہے۔ ایسی صفائی جو اخلاق کو تباہ کر دے۔ جائز نہیں۔ بعض لوگ کسی کے ساتھ برتن میں کھانا نہیں کھاتے۔ یہ بھی ان کے نزدیک صفائی ہے۔ مگر

ایسی صفائی سے اسلام منع کرتا ہے

جو صفائی اخوت اور محبت میں روک ہو۔